بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح فارم میں شرائط کے کالمز میں درج اشیاء بھی مہر میں شامل ہیں؟ نیز طلاق کی شرط پر جرمانے کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح نامہ متعدد کالمز پر مشتمل ہوتا ہے۔ کیا ان تمام کالمز میں درج رُقوم، سونا، چاندی وغیرہ سب کو جمع کرکے مہر شمار کیا جائے گا؟ نکاح نامے میں اگر خاص شرائط والے کالم میں طلاق دینے کی صورت میں رقم، سونا، چاندی کی ادائیگی بطور شرط لکھی گئی ہو، تو کیا وہ بھی مہر کا حصہ ہوگی اور کیا شرعی اعتبار سے طلاق کے بعد شوہر اُسے ادا کرنے کا پابند ہوگا یا نہیں؟ رہنمائی فرمادیں۔

جواب

شرعی اعتبار سے مہر وہ مال ہے، جو شوہر پر عقدِ نکاح کے ذریعے حقِ زوجیت سے فائدہ اٹھانے کے بدلے واجب ہوتا ہے۔ عقدِ نکاح کے وقت جب مہر کی کوئی مقدار طے کرلی جائے اور وہ کم ازکم مقدارِ شرعی (دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (30 گرام 618 ملی گرام)، یا اس کی قیمت) کے برابر یا اس سے زائد ہو اور وہ معلوم و متعین بھی ہو، تو وہی مقدار بطورِ مہر لازم ہوتی ہے۔ اس کے بعد نہ تو مرد کو اس مقررہ مہر سے کم ادا کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اور نہ ہی عورت اس سے زیادہ کی مستحق ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ شوہر خود اس سے زائد ادا کرنے پر راضی ہو۔

اس مختصر تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ عقدِ نکاح میں فریقین باہمی رضامندی سے جتنا اور جس نوعیت کا مہر مقرر کرتے ہیں، عام طور پر وہی قانونی طور پر نکاح نامے میں درج کردیا جاتا ہے۔ نکاح نامے میں مہر کے لیے ایک مستقل کالم مخصوص ہوتا ہے (عموماً یہ کالم نمبر 13 تا 16 تک ہوتا ہے)، جس میں مہر کی مقدار، اُس کا معجل یا مؤجل ہونا، اداشدہ حصہ اور اگر حق مہر کے بدلے کوئی جائیداد وغیرہ ہو تو اُس کی مکمل تفصیل اور قیمت لکھی جاتی ہے۔ **شرعی اعتبار سے مہر کی جو مقدار آپس میں طے ہو اور نکاح نامے میں موجود خاص مہر کے کالمز میں لکھ دی گئی ہو، وہی شرعاً مہر قرار پائے گی۔ نکاح نامے میں درج تمام اشیاء کو مہر قرار دینا شرعاً ہرگز درست نہیں۔ لہذا نکاح نامے کے دیگر کالمز میں اگر طلاق دینے پر بطورِ شرط کوئی رقم، سونا، چاندی یا جائیداد وغیرہ درج کی گئی ہو، تو وہ ہرگز مہر کا حصہ نہیں ہوگی، بلکہ اس کی شرعی حیثیت مالی جرمانے کی ہے جو کہ باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھانا ہے اور شرعاً ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔** نکاح نامے میں اس طرح کی لگائی جانے والی شرائط کی حیثیت محض شرطِ فاسد کی ہوتی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا طلاق ہونے کی صورت

میں شوہر پر اُس کی ادائیگی کسی صورت لازم نہیں ہوگی۔ اس طرح کی شرطِ فاسد سے نکاح پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح درست ہوتا ہے اور شرط باطل ہوتی ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ مہر کی رقم کے دو حصے کرلئے جائیں، ایک حصہ فوری ادائیگی کا جسے مہر معجل کہتے ہیں اور دوسرا حصہ، طلاق کے وقت ادائیگی کا، جو مہر موجل کہلائے گا۔ پھر مہر موجل میں رقم کی مقدار کم یا زیادہ جتنی چاہیں رکھ سکتے ہیں اور وہ طلاق کی صورت میں شوہر پر لازم ہوگا کہ اپنی بیوی کو دے۔

مہر کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی رحمۃ اللہ علیہ "العنایہ شرح الھدایہ" میں لکھتے ہیں: "والمهر هو المال يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة منافع البضع، إما بالتسمية أو بالعقد. وله أسام: المهر، والصداق، والنحلة، والأجر، والفريضة" ترجمہ: اور مہر وہ مال ہے جو عقدِ نکاح میں شوہر پر عورت کے نفعِ زوجیت (ہم بستری کے حق) کے بدلے واجب ہوتا ہے، خواہ وہ مہر نام زد کر کے مقرر کیا گیا ہو، یا خود عقدِ نکاح کے ذریعے لازم ہو جائے۔ اس کے مختلف نام ہیں: مہر، صداق، نحلہ، اجر اور فریضہ۔ **(العنایہ شرح الھدایۃ، جلد 3، صفحہ 316، دار المعرفۃ، بیروت)**

طے شدہ مہر اگر دس درہم یا اس کی مقدار کے برابر یا زائد ہو تو عورت اُسی کی حقدار ہوگی، اس سے زیادہ کی نہیں، چنانچہ النتف فی الفتاوی میں ہے: "فاما المعلوم فهو ان يتزوجها على احد المقدرات وزنا و كيلا وعددا و دراعا اذا كان معينا او على شيء من العقار او الحيوان او العروض اذا كان معينا فانه جائز وليس لها غير المسمى" ترجمہ: بہر حال **معلوم مہر** یہ ہے کہ مرد، عورت سے وزن، کیل، عدد، ذراع میں سے کسی مقدار پر نکاح کرے، بشرطیکہ وہ معین ہو، یا کسی جائیداد، جانور یا سامان میں سے کسی پر عقدِ نکاح کرے جبکہ وہ معین ہوں، تو یہ جائز ہے اور عورت کیلئے بیان کردہ مہر کی مقدار سے زیادہ کا حق نہیں۔ **(النتف فی الفتاوی، جلد 1، صفحہ 297، مؤسسۃ الرسالۃ - بیروت)**

فتاوی ہندیہ میں ہے: "(ثم الأصل) في التسمية أنها إن صحت وتقررت يجب المسمى ثم ينظر إن كان المسمى عشرة فصاعدا، فليس لها إلا ذلك، وإن كان دون العشرة يكمل عشرة عند أصحابنا الثلاثة" ترجمہ: پھر مہر کے ذکر میں اصل یہ ہے کہ اگر صحیح طور پر ہو جائے اور مقرر ہو جائے تو وہی طے شدہ مہر واجب ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اگر مقرر کیا ہوا مہر دس (درہم، یا اس کی مقدار کے برابر) یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کو صرف وہی ملے گا، اور اگر مقرر شدہ مہر دس (درہم، یا اس کی مقدار) سے کم ہو تو ہمارے تینوں اصحاب (امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمۃ) کے نزدیک اسے پورا کر کے دس (درہم یا اس کی مقدار) تک مکمل کیا جائے گا۔ **(الفتاوی الھندیۃ، جلد 1، صفحہ 303، دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھانے کی ممانعت سے متعلق قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ" ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ **(پارہ 5، سورۃ النساء: 29)**

اس آیت کے تحت تفسیر ابی السعود میں ہے "والمراد بالباطل ما يخالف الشرع، كالغصب، والسرقة، والخيانة، والقمار،

وعقود الربا، وغیر ذلک مما لم یبحہ الشرع، ای لا یا کل بعضکم اموال بعض بغیر طریق شرعی"**ترجمہ : (مذکورہ آیت میں باطل سے مراد)** ہر وہ طریقہ ہے جو شریعت کے مخالف ہو جیسے ، غصب ، چوری ، خیانت جوئے ، سودی لین دین ، اور اس کے علاوہ ہر اس طریقے سے مال حاصل کرنا جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہو ، **(آیت کا معنی یہ ہے کہ) تم میں کوئی بھی کسی کا مال شرعی طریقے** کے بغیر حاصل نہ کرے ۔ **(تفسیر ابی السعود ، جلد2 ، صفحہ170 ، داراحیاء التراث العربی ، بیروت)**

بغیر کسی شرعی سبب کے مسلمان کا مال لینا شرعاً جائز نہیں ، یونہی مالی جرمانہ منسوخ ہے اور شرعاً جائز نہیں ، چنانچہ بحر الرائق میں ہے :
"لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي۔۔۔وفي شرح الآثار التعزیر بالمال کان في ابتداء الاسلام ثم نسخ . والحاصل أن المذھب عدم التعزیر بأخذ المال"**ترجمہ : کسی مسلمان کے لئے ، کسی دوسرے مسلمان کا مال بغیر کسی** شرعی سبب کے لینا جائز نہیں ۔ ۔ ۔ اور "شرح الآثار" میں ہے کہ مال کے ذریعے تعزیر (یعنی مالی سزا) اسلام کے ابتدائی دور میں تھی ، پھر اُسے منسوخ کر دیا گیا ۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ (فقہِ حنفی کے) مذہب کے مطابق مال لے کر تعزیر (سزا) جائز نہیں ۔ **(بحر الرائق ، جلد5 ، صفحہ44 ، دار الکتاب الإسلامی ، بیروت)**

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں : **"تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز** نہیں ۔ درمختار میں ہے : "لا باخذ مال فی المذھب"ترجمہ : مالی جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے ۔ " **(فتاوی رضویہ ، جلد5 ، صفحہ 111 ، رضا فاؤنڈیشن ، لاھور)**

شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا ، ہاں شرط باطل ہو جاتی ہے ، چنانچہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے : "(لا یبطل) النکاح (بالشرط الفاسد و) إنما (یبطل الشرط دونه) یعني لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط"**ترجمہ : نکاح شرطِ فاسد** سے باطل نہیں ہوتا ، ہاں شرطِ فاسد باطل ہوتی ہے ، نہ کہ نکاح ، یعنی اگر کسی نے شرطِ فاسد کے ساتھ عقدِ نکاح کیا ، تو نکاح باطل نہیں ہوگا ، بلکہ شرط باطل قرار پائے گی ۔ **(تنویر الابصار مع درمختار ، جلد4 ، صفحہ146 ، دار المعرفۃ ، بیروت)**

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب : مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر : FAM-1170

تاریخ اجراء : 04ذوالقعدۃ الحرام 1447ھ/23اپریل 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net